© rasailojaraid.com

قسط چہارم:

بیع الحقوق عصر حاضر میں

مفتی عامر نواز صاحب

استاد معہد العلوم الاسلامیہ بنوں

(زیر نگرانی جامعہ المرکز الاسلامی بنوں پاکستان)

حق کی تحقیق:

چونکہ یہ مقالہ '' بیع الحقوق عصر حاضر میں '' کے عنوان پر ہے۔ لہٰذا اب تک وجو بحث کی گئی اس میں بیع کی لغوی اور شرعی تعریفات کا ذکر تھا اس طرح مال کی حقیقت شریعت میں کیا ہے اور مال کے لیے کن کن شرائط کی ضرورت ہے، اس تفصیل کے بعد اب '' حق '' کی لغوی اور شرعی تعریفات کو واضح کرنا مقصود ہے۔

حق کی لغوی تحقیق:

لفظ '' حق '' مختلف معانی کے لیے استعمال ہوا ہے ، مثلاً: حق ثبوت ، وجوب اور وجود وغیرہ ۔

لفظ حق قرآن کریم میں بھی کئی جگہوں پر استعمال ہوا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ '' حق '' عربی زبان کا لفظ ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ یٰسین میں '' حق '' کا استعمال ثبوت کے معنی میں ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

'' لقد حق القول علی اکثرھم فھم لایؤ منون ''

ترجمہ:...... یعنی ان کفار میں سے اکثر پر قول باری تعالیٰ ثابت اور واجب ہو چکا ہے۔ اس لیے اب وہ ایمان قبول نہیں کرینگے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری جگہ ارشاد ہے:

" لیحق الحق ویبطل الباطل "

ترجمہ:...... تاکہ وہ حق کا اثبات کرے اور باطل کا ابطال۔

اسی طرح باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" جاء الحق وزھق الباطل "

اس آیت میں حق سے مراد امر موجود اور ثابت ہے:

" وللمطلقات متاع بالمعروف حقاً علی المتقین "

ترجمہ:...... طلاق شدہ عورتوں کے لیے متاع بالمعروف ہے جو متقین پر واجب ہے۔(اس کے علاوہ حق کا استعمال ظلم کے مقابلے میں عدل کے لیے بھی مستعمل ہے جیسا کہ قرآن کریم اللہ رب العزت کا فرمان ہے):

" واللہ یقضی بالحق "

تو اس میں حق کا استعمال عدل اور انصاف کے لیے ہوا ہے۔

اسی طرح حق کا استعمال متعین حصے پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم "

تو اس میں لفظ حق متعین حصہ پر دلالت کر رہا ہے وغیرہ۔

حق کی شرعی تحقیق:

حق کی تعریف اور اس کی حقیقت کے بارے میں علماء کرام اور فقہاء کرام سے مختلف اقوال منقول ہیں، متأخرین فقہاء میں سے علامہ عبدالحلیم لکھنویؒ نے حاشیہ قمر الاقمار علی شرح المنار میں '' حق '' کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

" الحق : ھو الحکم الثابت شرعاً "

(حاشیہ قمر الاقمار علی شرح المنار).

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ:...... حق وہ حکم ہے جو شرعاً ثابت ہو۔

مگر ڈاکٹر وھبۃ الزحیلیؒ نے مولانا لکھنویؒ کی اس تعریف پر نقض کیا ہے اور کہا ہے کہ حق کی یہ تعریف جامع نہیں ہے اور نہ یہ تعریف ہر اس شئی کو شامل ہے جس پر فقہاء لفظ حق کا اطلاق کرتے ہیں۔

چنانچہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی صاحب مذکورہ بالا تعریف پر نقض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" ولكنه تعريفه غير جامع ولا شامل لكل مايطلق عليه لفظ الحق عند الفقهآء ، فقد يطلق الحق على المال المملوک وهو ليس حكما ويطلق على الملک نفسه وعلى الطريق والمسيل ولمجرى ، ويطلق على الاثار المرتبه على العقود كالا لتزام بتسليم المبيع والثمن " (الفقه الاسلامی وادلته : ۸/۴)

ترجمہ:۹...... لیکن یہ تعریف جامع نہیں ہے اور نہ ہر اس شئی کو شامل ہے جس پر فقہآء لفظ حق کا اطلاق کرتے ہیں مثلاً فقہآء مال مملوک پر '' حق '' کا اطلاق کرتے ہیں۔ حالانکہ مال مملوک حکم نہیں ہے، اسی طرح فقہاء نفس ملک اور وصف شرعی (جیسے حق ولایت، حق حضانت اور حق خیار) پر حق کا اطلاق کرتے ہیں، ایسے ہی مرافق عقار، حق طریق حق مسیل، حق مجری پر بھی حق کا اطلاق ہوتا ہے اور عقود (بیع وشراء) جو آثار مرتب ہوتے ہیں ۔ (جیسے مبیع اور ثمن کی حوالگی کا التزام) ان پر بھی فقہاء حق کا اطلاق کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی اس تفصیلی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا لکھنوی صاحب نے حق کی تعریف میں حکم کی قید لگائی ہے یعنی حق وہی شئی قرار پائے گی جو حکم ہے حالانکہ بہت ساری چیزیں جن پر فقہآء امت حق کا اطلاق کرتے ہیں وہ حکم نہیں ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنے بعض معاصرین اساتذہ سے '' حق '' کی تعریف نقل کی ہے۔ اپنے استاد شیخ علی الخفیف سے '' حق '' کی تعریف اس طرح نقل کی ہے:

" الحق هو مصلحة مستحقة شرعاً "

(الفقه الاسلامی وادلته : ۹/۴)

ترجمہ:...... حق وہ مصلحت ہے جس کا انسان شرعاً مستحق قرار پاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اس پر بھی نقض کیا ہے کہ اس تعریف میں حق کی حقیقت، اس کی اصلیت اور اس کے ذاتی وصف کو ملحوظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں رکھا گیا ہے۔ بلکہ حق سے جو مقصود و مطلوب اور جو غایت ہوتی ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے تعریف کی گئی ہے۔ اس لیے کہ حق وہ علاقہ اختصاص ہے جو صاحب حق اور حق سے مستفاد مصلحت کے مابین قائم ہوتا ہے۔

ان دونوں تعریفات پر نقض کرنے کے بعد "مصطفیٰ زرقاء" سے "حق" کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے:

" الحق : هواختصاص يقرربه الشرع سلطة او تكليفا "

(المدخل الفقهی العام . الفقه الاسلامی).

ترجمہ:...... یعنی حق ایک خصوصی تعلق کا نام ہے جس کی وجہ سے شریعت کسی اختیار یا ذمہ داری کو تسلیم کرتی ہے مثلاً نابالغہ لڑکی کے نکاح کی ولایت اس کے ولی کو حاصل ہے تو یہ ایک ایسا اختصاص ہے جس کی وجہ سے شریعت اسلامی ولی کا اپنے زیر ولایت افراد پر ولایت واختیار تسلیم کرتی ہے۔ اسی طرح بائع کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کا اختیار ایک حق ہے جس کی وجہ سے مشتری پر ایک ذمہ داری عائد ہوتی ہے ایسے ہی وارث کا حق اپنے مورث کے اعیان متروکہ پر وغیرہ۔

آگے حق کے حدود اور اس کی وسعت وجامعیت اور اس کے عناصر ترکیبی پر مبصرانہ بحث کرتے ہوئے مصطفیٰ الزرقاء تحریر فرماتے ہیں:

۱)...... حق ایک خصوصی تعلق ہے۔ جس کا محل مالی بھی ہو سکتا ہے جیسے واجب فی الذمۃ دین کا استحقاق اور غیر مالی بھی ہو سکتا ہے جیسے ولی اور وکیل کا استحقاق:

" الا ختصاص هو علاقة تشتمل الحق الذى موضوعه مالى كاستحقاق فى الذمه باى سبب كان والذى موضوعه ممارسة سلطة شخصيه كممارسة الولى وولايته والوكيل ووكالته "

۲)...... اختصاص کی قید کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اختصاص کی قید اس بناء پر لگائی ہے تاکہ حق ایک شخص معین یا ایک جماعت کے ساتھ خاص ہو سکے۔ اس لیے کہ حق کا مفہوم اور اس کا معنی اسی وقت متصور ہو سکتا ہے جب وہ حق صاحب حق کے لیے ممیز اور محرز ہو نیز صاحب حق کے علاوہ کے لیے ممنوع ہو جیسے ثمن بائع کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ اور ولایت ووکالت کی ممارست ولی اور وکیل کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔ گویا کہ حق کا تحقق اور وجود اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ اس میں وصف اختصاص پایا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختصاص کی قید سے عام مباحات کو خارج کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے " اور اختصاص کی قید سے وہ عام مباحات جس میں وصف اختصاص نہیں پایا جاتا بلکہ ان کی حیثیت محض رخصت کی ہیں، خارج ہو جاتی ہے جیسے دریاؤں سے مچھلیوں کا شکار کرنا، جنگلات سے لکڑیاں کاٹنا وغیرہ۔

تو اس میں معنی مرادی کے لحاظ سے مچھلی کا شکار کرنا اور لکڑیاں کاٹنا حق نہیں ہے بلکہ یہ رخصت ہے یعنی کوئی بھی شخص دریا سے مچھلی کا شکار کر سکتا ہے اور جنگل سے لکڑی کاٹ سکتا ہے مگر ایسی مباح چیز پر بھی کوئی سبقت حاصل کر کے اپنا قبضہ جمالے تو اس کو اختصاص حاصل ہو جائے گا۔ اور اس اختصاص کی بناء پر اسے حق تصور کیا جائے گا۔

۳)...... اس اختصاص کے اثبات کو شرعاً ضروری قرار دیا گیا کیونکہ اس باب میں شریعت ہی اصل بنیاد ہے۔ جس چیز کو شریعت حق تصور کرتی ہے وہ حق ہے اور جسے شریعت حق تصور نہیں کرتی ہے تو وہ حق نہیں ہے۔

۴)...... حق کی تعریف میں جس اختیار و تسلط کا ذکر کیا گیا ہے یہ اختیار و تسلط کسی شخص معین پر بھی ہو سکتا ہے اور کسی شئی معین پر بھی۔ جیسے حق ولایت میں نفس پر اور حق حضانت میں بچہ پر۔ اور حق ملکیت میں شئی معین پر۔

تکلیف یعنی ذمہ داری کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ذمہ داری ہمیشہ کسی انسان پر ہی عائد ہوتی ہے لیکن وہ شخص جس پر ذمہ داری عائد ہوا سے دو خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

الف)...... شخص حقیقی۔ ب)...... شخص اعتباری۔

شخص اعتباری سے مراد مساجد و مدارس اور کمپنیاں ہیں جو انہی اجتماعی ہیئت میں ایک شخص کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کے کچھ اختیارات اور ذمہ داریاں بھی ہیں۔

۵)...... حق کی یہ تعریف اپنے عموم کی وجہ سے جس طرح حقوق مدنیۃ کی جملہ اقسام کو شامل ہے ان حقوق کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حقوق ہیں جیسے عبادات، روزے و نماز وغیرھما۔

اسی طرح حق کی یہ تعریف حقوق ادبیت (وہ حقوق جن کی وجہ سے اخلاقی ذمہ داریاں جنم لیتی ہے) کو بھی شامل ہے جیسے والدین اور اولاد کے باہمی حقوق یا میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق۔

۶)...... مذکورہ بالا وضاحت و تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی کہ حق اپنے اصطلاحی معنی کے لحاظ سے اعیان مملوکہ کو شامل نہیں ہے اس لیے کہ اعیان مملوکہ مادی اشیاء ہیں۔ ان میں اختصاص نہیں ہے جس کی بناء پر شریعت کوئی اختیار و تسلط تسلیم کرے اور اس سے اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر استدلال کیا جاسکتا ہے کہ فقہاء حقوق کو اعیان کے مقابلے میں ذکر کرتے ہیں۔اور حنفیہ حقوق کو اموال کے مقابلے میں ذکر کرتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ مال حق نہیں ہے۔

(المدخل الفقهی العام : ۱۲.۱۰/۳ ، الفقه الاسلامی وادلته : ۱۰.۹/۴)

حق کی مذکورہ بالا تعریف نہایت جامع اور جملہ حقوق کو شامل ہے۔

علامہ ڈاکٹر وھبۃ الذحیلی صاحب کہتے ہیں:

" وهو تعريف جيد لانه يشمل انواع الحقوق الدينية كحق الله على عباده من صلوٰة وصيام ونحوها ، والحقوق المدنية كحق التملك والحقوق الادبية كحق الطاعة للوالدعلى ولده و الزوج على زوجته ، والحقوق العامة كحق الدولة فى ولا ء الرعية والحقوق الماليه كحق النفقة وغيره المالية كحق الولاية على النفس " (الفقه الاسلامی وادلته : ۹/۴).

حقوق کی قسمیں:

جن حقوق کا عوض لینے پر فقہاء نے بحث کی ہے ان کا استقراء کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حقوق کی دو/۲ قسمیں ہیں۔

۱)...... حقوق شرعیہ:۔ یعنی وہ حقوق جو شارع کی طرف سے ثابت ہیں ان کے ثبوت میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے۔

۲)...... حقوق عرفیہ:۔ یعنی وہ حقوق جو عرف کی بناء پر ثابت ہیں اور شریعت نے بھی ان حقوق کو تسلیم کیا ہے پھر ان دونوں کی دو، دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔

اوّل:۔ وہ حقوق جن کی مشروعیت اصحاب حقوق سے دفع ضرر کے لیے ہوتی ہے۔

دوم:۔ وہ حقوق جو اصالۃ مشروع ہوتے ہیں۔

پھر وہ حقوق جو اصالۃ مشروع ہوئے ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔

۱)...... وہ حقوق جو اشیاء میں دائمی منافع سے عبارت ہے مثلاً حق مرور (راستہ چلنے کا حق) حق شرب (پانی لینے کا حق) حق تسییل (پانی بہانے کا حق) وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ حقوق جو کسی مباح الاصل چیز پر کسی شخص کا پہلے قبضہ کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں اسے "حق اسبقیت" یا "حق اختصاص" کہتے ہیں۔

۳)...... وہ حقوق جو کسی شخص کے ساتھ کوئی عقد کرنے یا کسی موجود عقد کو باقی رکھنے کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں، مثلاً زمین، مکان یا دکان کو کرایہ پر دینے کا حق یا وقف کے وظائف میں سے کسی وظیفہ کو باقی رکھنے کا حق وغیرہ۔

(فقهی مقالات مولانا ،مفتی تقی عثمانی صاحب : ۱/۱۶۱).

پھر ان حقوق کا عوض لینا دو/۲ طریقوں سے ممکن ہے۔

۱)...... ایک یہ کہ فروختگی کے ذریعے عوض لینا جس کی صورت یہ ہوگی کہ بائع اپنی مملوکہ چیز کو اس کے تمام مقتضیات کے ساتھ مشتری کی طرف منتقل کرلے گا۔

۲)...... دوسرے یہ کہ صلح اور دست برداری کے طور پر عوض لینا۔ اس صورت میں دست بردار ہونے والے کا حق تو ختم ہو جاتا ہے لیکن محض اس کے دست بردار ہونے سے اس شخص کی طرف حق منتقل نہیں ہوتا۔ جس کے حق میں وہ دست بردار ہوا لیکن جس شخص کے حق میں دست برداری ہوئی ہے اس کے مقابلے میں دست بردار ہونے والے کی مزاحمت ختم ہو جاتی ہے۔

امام قرافیؒ ان دونوں طریقوں کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" اعلم ان الحقوق والا ملاک ينقسم التصرف فيها الى نقل واسقاط ، فالنقل ينقسم الى ماهو بعوض فی الاعيان کالبيع والقرض .... والى ما هو بغير عوض ، کالهدايا والوصايا ......فان ذالک کله نقل ملک فی اعيان بغير عوض واما الاسقاط فهو اما بعوض کالخلع ، والعفو على مال .... فجميع هذه الصور يسقط فيها الثابت والا ينتقل الى الباذل ما کان يملکه المبزول له من العصمة وبيع العبد ونحوها "

(الفروق للقرافی : ۳/ ۱۱۰ ، الفرق التاسع والسبعون)

ترجمہ:...... حقوق واملاک میں تصرف کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ مالک اپنا حق یا اپنی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل کر دیتا ہے اور کبھی تصرف کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مالک اپنا حق اور ملکیت ساقط کر دیتا ہے، حق اور ملکیت کی منتقلی کبھی بالعوض ہوتی ہے، مثلاً بیع وقرض کی صورت میں اور کبھی بلاعوض ہوتی ہے، مثلاً ہدیہ اور وصیت کی صورت میں، ان دونوں صورتوں میں بلاعوض اشیاء میں ملکیت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منتقلی ہوتی ہے، حق اور ملکیت کا ساقط کرنا بھی کبھی بالعوض ہوتا ہے خلع اور معاف کرنا مال لے کر...... ان تمام صورتوں میں ثابت شدہ حق ساقط ہوجاتا ہے اور دینے والے کی طرف وہ چیز منتقل نہیں ہوتی جس کا دیا ہوا شخص مالک ہوجاتا ہے یعنی حفاظت، غلام کی بیع اور اس طرح کی چیزیں۔

سب سے پہلے حقوق کی ان تمام قسموں کو ذکر کیا جاتا ہے۔ جو فقہاء نے ذکر فرمائے ہیں، اور پھر ان تمام کے احکام علیحدہ علیحدہ بیان کیے جاتے ہیں۔ اور پھر دورِ حاضر میں رائج مختلف قسم کے حقوق کی بیع پر گفتگو کرینگے، اس طور پر کہ ان کا حکم شرعی کیا ہے؟ اسی طرح ان حقوق کا عوض لینا جائز ہے یا نہیں ؟ ۔

حقوق شرعیہ:

ان حقوق سے مراد یہ ہے کہ وہ حقوق جن کا ثبوت شارع نے بیان کیا ہو لہٰذا ایسے حقوق میں قیاس اور رائے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یعنی ان حقوق کا ثبوت شارع کی طرف سے '' نص جلی '' یا '' نص خفی '' کی بناء پر ہوا ہے اگر نص نہ ہوتی تو وہ حق ثابت نہ ہوتا مثلاً:

حق شفعہ، حق ولاء، حق وراثت، حق نسب ، حق قصاص ، بیوی سے متمتع ہونے کا حق، طلاق ، حضانت اور ولایت کا حق، شوہر کی باری میں بیوی کا حق (حق قسم)۔

ان حقوق کی دو/۲ قسمیں ہیں:

۱)...... وہ حقوق جو اصالۃ ثابت نہیں ہوئے ہیں بلکہ اصحاب حقوق سے ضرر دور کرنے کے لیے ان کی مشروعیت ہوئی ہے۔ ان کو حقوق ضروریہ ، کے نام کے ساتھ بھی موسوم کر سکتے ہیں۔

۲)...... وہ حقوق جو اصحاب حقوق کے لیے اصالۃ ثابت ہوئے ہیں۔ دفع ضرر کے لیے مشروع نہیں ہوئے ان کو ہم حقوق اصلیہ کہہ سکتے ہیں۔

حقوق ضروریہ:

حقوق ضروریہ کی ایک مثال حق شفعہ ہے، یہ اصالۃ ثابت ہونے والا حق نہیں ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ بائع اور مشتری نے باہمی رضامندی سے جب کوئی بیع کی تو کسی تیسرے شخص کو ان دونوں کے درمیان مداخلت کا حق حاصل نہیں ہے لیکن شریعت نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریک جائداد، شریک حقوق جائداد اور پڑوسی کو دفع ضرر کے لیے حق شفعہ دیا ہے، اسی طرح شوہر کی باری میں بیوی کا حق بھی بیوی سے دفع ضرر کے لیے ہے ورنہ شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بیوی سے جب چاہے متمتع ہو اور اس کے ساتھ رات گذارے، بچے کی پرورش کا حق، یتیم کی ولایت کا حق اور خلع کی صورت میں یا اختیار دی ہوئی بیوی کا اختیار طلاق کا حق بھی حقوق ضروریہ کے زمرے میں آتے ہیں۔

حقوق ضروریہ کا حکم:

حقوق ضروریہ کا حکم یہ ہے کہ کسی بھی طریقے سے ان کا عوض لینا جائز نہیں ہے نہ تو خرید و فروخت کے ذریعے اور نہ ہی صلح اور دست برداری کے ذریعے عوض لینا جائز ہے۔

اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ حقوق اصحاب حقوق کے لیے اصالۃ ثابت نہیں ہوئے ہیں بلکہ دفع ضرر کے لیے مشروع ہوئے ہیں۔ جب صاحب حق اپنا حق کسی دوسرے کو دینے یا دوسرے کے لیے دستبردار ہونے پر راضی ہو گیا تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ اس حق کے نہ ہونے سے اسے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا، لہٰذا یہ معاملہ اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔ اور یہاں اصل اس کے لیے حق ثابت نہ ہونا ہے، لہٰذا اس کے لیے عوض کا مطالبہ جائز نہیں ہے۔ مثلاً حق شفعہ میں شفیع اگر عوض لے کر حق شفعہ سے دستبردار ہو گیا تو یہ بات منکشف ہوئی کہ جو بیع اس کے لیے حق شفعہ کے ثبوت کا سبب بنی اس میں اس کا کوئی ضرر نہیں ہے۔ لہٰذا اس بیع کو ختم کرنے کے سلسلے میں اس کا حق ختم ہو گیا اب اس پر مال لینا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔

اسی طرح بیوی کا باری کا حق اس سے دفع ضرر کے لیے ہے جب وہ بیوی اس سے دستبردار ہو گئی تو معلوم ہوا کہ باری ترک کرنے سے اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا، لہٰذا اس کے لیے اس دستبرداری پر عوض لینا جائز نہیں ہے۔

'' مخیّرۃ '' کا مسئلہ بھی اسی کے مثل ہے یعنی جس بیوی کو شوہر دفع ضرر کے لیے نکاح فسخ کرنے کا اختیار دے دیا تو اگر اس عورت نے مال کے عوض اپنا اختیار طلاق ختم کر دیا تو معلوم ہوا کہ شوہر کے ساتھ رہنے میں اسے کوئی ضرر نہیں تھا، لہٰذا وہ عورت اس پر عوض لینے کی حقدار نہیں۔

اسی طرح نامرد شخص کی بیوی کو دفع ضرر کے لیے اپنے نامرد شوہر سے فسخ کرانے کا حق ہے اگر وہ عورت مال لے کر اس نامرد شوہر کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئی تو معلوم ہوا کہ نکاح باقی رہنے سے اسے ضرر نہیں تھا۔ لہٰذا اس کے لیے عوض لینا جائز نہیں ہوگا وغیرہ۔

لہٰذا اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو حقوق شارع کی طرف سے دفع ضرر کے لیے مشروع ہوئی ہے تو ان حقوق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے دستبرداری کی صورت میں عوض لینا جائز نہیں اس لیے کہ جو بھی ان حقوق سے دستبردار ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس شخص کو کوئی ضرر نہیں ہے لہٰذا دفع ضرر کا کوئی حق بھی نہیں ہوگا چہ جائیکہ اس پر عوض لیا جائے۔

حقوق اصلیہ:

حقوق شرعیہ کی دوسری قسم وہ حقوق ہیں جو صاحب حقوق کے لیے اصالۃً ثابت ہوئے ہیں، دفع ضرر کے طور پر ان کی مشروعیت نہیں ہوئی ہے مثلاً حق قصاص، نکاح کو باقی رکھ کر شوہر کا بیوی سے متمتع ہونے کا حق، حق میراث وغیرہ۔

حقوق اصلیہ کا حکم:

اس قسم کے حقوق کا حکم یہ ہے کہ بیع کے طریقے پر تو ان کا عوض لینا جائز نہیں ہے یعنی اس کی گنجائش نہیں ہے کہ خریدار کی طرف عوض لینا جائز نہیں ہے اور بائع کو جو استحقاق تھا وہی خریدار کی طرف منتقل ہو جائے۔

لہٰذا مقتول کے ولی کے لیے جائز نہیں کہ قصاص لینے کا حق کسی کے ہاتھ بیچ دیں اور ولی کے بدلے اس دوسرے شخص کو قصاص لینے کا حق حاصل ہو جائے۔

اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ شوہر اپنا حق تمتع کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیں اور دوسرا شخص اس کی بیوی سے متمتع ہو۔

اسی طرح کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے حق میراث دوسرے شخص کے ہاتھ کہ وارث حقیقی کے بدلے میں وہ دوسرا شخص میراث کا حق دار ہو جائے۔

اس لیے کہ شارع نے یہ حقوق مخصوص شخص کے لیے مخصوص صفت کے ساتھ ثابت کیے ہیں۔ اس طور پر کہ اس صفت کے معدوم ہونے سے حقوق معدوم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً شارع نے مقتول کے ولی کے لیے قصاص کا حق ولی ہونے کی بنا پر ثابت کیا ہے، لہٰذا ولایت ختم ہوتے ہی حق قصاص ختم ہو جائے گا۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ حقوق شرعاً قابل انتقال نہیں ہوتے لہٰذا نہ ان کی بیع ہو سکتی ہے نہ ہبہ ہو سکتا ہے۔ نہ میراث جاری ہوتی ہے، حق قصاص کی وراثت جو جاری ہوتی ہے وہ حقیقی وراثت نہیں ہے بلکہ یہ ایسا حق ہے جو قریب ترین ولی کی عدم موجودگی میں دوسرے عزیز کے لیے اصالۃً ثابت ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ قریب ترین ولی سے یہ حق دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو گیا ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہٰذا شریعت چونکہ ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف ان حقوق کی منتقلی کی اجازت نہیں دیتی، اس لیے فروختگی اور مبادلہ کے طور پر ان کا عوض لینا جائز نہیں ہے، اس حکم کا ماخذ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الولاء وھبتہ "

(اخرجہ البخاری فی العتق)

ترجمہ:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی فروختگی اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

البتہ صلح اور دستبرداری کے ذریعے ان حقوق کا معاوضہ لینا جائز ہے اس کی صورت یہ ہوگی کہ صاحب حق اپنا استعمال کرنے سے باز آجائے اور اس شخص سے مال لے لیں۔ جسے اس حق کے استعمال سے نقصان پہنچتا، مثلاً مقتول کے جس ولی کو حق قصاص حاصل ہے اس کے لیے جائز ہے کہ قاتل سے مال لے کر صلح کرلے، یہ مال صاحب حق کے اپنا حق استعمال کرنے سے رکنے کا بدلہ ہے اور قاتل یہ مال اپنے کو موت کے ضرر سے بچانے کے لیے صرف کررہا ہے، یہ صلح قرآن وسنت کے نصوص اور اہل علم کے اجماع کی بنا پر جائز ہے۔

اسی طرح شوہر کو یہ حق ہے کہ بیوی کے ساتھ رشتہ نکاح باقی رکھ کر اس سے متمتع ہو لیکن شوہر عورت کی طرف سے دیے جانے والے مال کے بدلے میں اپنے حق کو استعمال سے باز آجاتا ہے۔ جس طرح " خلع " کرنے اور مال کی شرط کے ساتھ طلاق دینے میں ہوتا ہے، ایسا کرنا نص قرآنی اور اجماع امت سے جائز ہے۔

حقوق ضروریہ اور حقوق اصلیہ کے درمیان یہ فرق فقہاء احناف میں سے علامہ بیری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الاشباہ والنظائر میں ذکر کیا ہے۔ (مخطوط: ۶۲، ۶۳)۔

ابن عابدین نے بیری کی بحث کا خلاصہ اس طرح نقل کیا ہے:

" وحاصلہ ان ثبوت حق الشفعہ للشفیع، وحق القسم للزوجۃ وکذا حق الخیار فی النکاح للمخیرۃ انما ھو لدفع الضرر عن الشفیع والمرأۃ، وما ثبت لذالک لا یصح الصلح عنہ، لأن صاحب الحق لما رضی علم انہ لا یتضرر بذالک، فلا یستحق شیئاً، اما حق الموصی لہ بالخدمۃ فلیس کذالک، بل ثبت لہ علی وجہ البر والصلۃ، فیکون ثابتاً لہ اصالۃً، فیصح الصلح عنہ اذا نزل عنہ لغیرہ ومثلہ ما مر عن الاشباہ من حق القصاص والنکاح والرق، حیث صح الاعتیاض عنہ، لانہ ثابت لصاحبہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصالۃً ، لا علی وجہ دفع الضرر عن صاحبہ "

(ردالمختار لابن عابدین : ۱۶/۴)

ترجمہ:...... اس کا حق یہ ہے کہ شفیع کے لیے حق شفعہ کا ثبوت، بیوی کے لیے قسم (بار) کا حق، مخیّرہ کا حق خیار یہ سب حقوق شفیع اور عورت کے اور مخیّرہ سے ضرر دور کرنے کے لیے اور جن حقوق کا ثبوت دفع ضرر کے لیے ہو، ان میں (مال لے کر) صلح صحیح نہیں ہوتی، اس لیے کہ جب صاحب حق صلح پر راضی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی ضرر نہیں ہے، لہٰذا وہ کسی مال کا حقدار نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جس شخص کے لیے خدمت کی وصیت کی گئی تھی اس کا معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے لیے حق خدمت کا ثبوت حسن سلوک اور صلہ رحمی کے طور پر ہوا ہے۔

لہٰذا اس کا یہ حق اصالۃً ثابت ہے (نہ کہ دفع ضرر کے لیے) اس بناء پر دوسرے کے لیے حق خدمت سے دستبردار ہو کر صلح کرنا درست ہوگا۔

اس کے مثل حق قصاص، حق نکاح اور حق رق کا حکم ہے کہ ان کا عوض لینا درست ہے کیونکہ یہ حقوق اصحاب حقوق کے لیے اصالۃً ثابت ہیں دفع ضرر کے طور پر ثابت نہیں ہیں۔

لیکن صلح کے ذریعے یہ عوض لینا اسی صورت میں جائز ہوگا جب وہ عوض فی الحال موجود اور قائم ہو جیسا کہ حق قصاص حق بقاء نکاح، حق رق، لیکن اگر کوئی حق مستقبل میں متوقع ہے۔

فی الحال ثابت نہیں ہے تو اس کا عوض لینا نہ بیع کے ذریعے جائز ہے۔ اور نہ صلح کے ذریعے سے، مثلاً مورث کی زندگی میں حق وراثت ثابت اور موجود نہیں ہے بلکہ یہ ایک متوقع حق ہے جس کے ثبوت اور عدم ثبوت دونوں کا امکان ہے۔ حق وراثت تو مورث کی وفات سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح حقِ ولاء مولی کی زندگی میں غیر ثابت حق ہے۔

مولی کی وفات سے یہ حق مؤکد ہوتا ہے، لہٰذا اس سے دستبردار ہونا درست نہیں ہے۔

مورث اور مولی (آزاد کردہ غلام) کی وفات کے بعد حق میراث اور حق ولاء دونوں ترکے میں مادی ملکیت کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں، لہٰذا مورث اور مولی کی وفات کے بعد شرائط معروفہ کے ساتھ تخارج کے طریقے پر اس حق کو فروخت کرنا یا اس سے دستبردار ہونا درست ہے۔ جس کا طریقہ علم فرائض سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقوق عرفیہ:

حقوق کی دوسری قسم کو ہم حقوق عرفیہ کہہ سکتے ہیں، حقوق عرفیہ سے مراد وہ شرعی حقوق ہیں جن کا ثبوت اصحاب حقوق کے لیے عرف وعادت کی بناء پر ثابت ہوتے ہیں۔

یہ حقوق اس اعتبار سے شرعی ہیں کہ شریعت اسلامیہ نے عرف وتعامل کی بناء پر انہیں تسلیم کیا ہے۔لیکن ان حقوق کا ماخذ عرف ہے نہ کہ شریعت، مثلاً راستہ میں چلنے کا حق، پانی لینے کا حق، پانی بہانے کا حق وغیرہ۔

ان عرفی حقوق کی چند قسمیں ہیں:

۱)...... اشیاء سے انتفاع کا حق:

اس سے مراد مادی اشیاء کے منافع سے استفادہ کا حق ہے، اگر یہ انتفاع متعین مدت کے لئے ہوتو اجارہ کے طور پر اس کا عوض لینا جائز ہے۔اور اس پر اجارہ کے احکام جاری ہوں گے۔ مثلاً معین مدت کے لیے مکان میں سکونت سے استفادہ کرنا،لہٰذا مالک کے لیے اس انتفاع کا عوض لینا اس طور پر جائز ہے کہ وہ اپنا مکان معین مدت کے لیے طے شدہ کرائے پر کسی کو دے دیں۔

لیکن اگر مالک یہ منفعت دوسرے شخص کی طرف ہمیشہ کے لیے منتقل کرلے تو یہ اس منفعت کی فروختگی ہے۔

فقہآء احناف نے بھی اس کو '' بیع الحقوق المجردہ '' کے نام سے ذکر کیا ہے۔

اس بیع کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں فقہآء کے مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں۔بعض فقہآء نے حقوق مجردہ کی بیع کو مطلقاً جائز کہا ہے، بعض حضرات فقہآء نے اسے مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے بعض فقہآء نے بعض حقوق مجردہ کی بیع جائز قرار دی ہے۔اور بعض حقوق مجردہ کی فروختگی ناجائز قرار دی ہے۔

......☆☆☆☆☆......

© rasailojaraid.com